طلباء جامعہ حقانیہ کا ماہنامہ علمی، ادبی مجلہ

کاروانِ حقانیہ

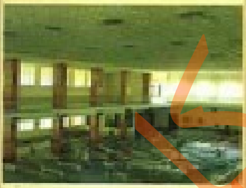

کاروان جامعہ حقانیہ

ذوالحجہ 1435ھ

ستمبر 2014ء

بسم الله الرحمن الرحيم

شرائط وضوابط برائے ”کاروانِ حق“

ادارہ ”قافلہ حق“ اپنے تمام قارئین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے اور خوش آمدید کہتا ہے اور مؤدبانہ گزارش کرتا ہے کہ وہ جب بھی اپنے مضامین شائع کرنا چاہے تو مندرجہ ذیل امور کا لحاظ ضرور رکھیں۔

(۱)............☆ کتابت واضح اور بڑے بڑے حروف میں ہو۔

(۲)............☆ جامع عبارات استعمال کریں بے جا طوالت سے پرہیز کریں۔

(۳)............☆ ”مختصر پُر اثر“ پر عمل کریں۔

(۴)............☆ ہر دو لفظوں کے درمیان برابر فاصلہ رکھیں۔

(۵)............☆ اردو رسم الخط اور رموز واوقاف کا خاص خیال رکھیں۔

(۶)............☆ ایک ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔

(۷)............☆ صفحہ کے ایک طرف لکھیں (یعنی بیک سائیڈ پر نہ لکھیں)۔

(۸)............☆ تنقیدی اور تردیدی عبارات سے اجتناب کریں۔

(۹)............☆ عصر حاضر کے تقاضوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے عنوانات کا انتخاب کریں۔

(۱۰)............☆ اسلامی مہینے کی ہر بیسویں (۲۰) تاریخ سے پہلے پہلے اپنے مضامین مندرجہ ذیل پتوں پر ارسال کیا کریں۔

احاطہ مدنیہ کمرہ نمبر3: امداد اللہ حقانی :0312-2085488

احاطہ یوسفیہ کمرہ نمبر 4: بخت محمد المعتصم باللہ:0312-9671218

حزب اللہ جان پشاوری موقوف علیہ:0302-5959858

ابتدائی کلمات

از

شیخ الحدیث حضرت مولانا **محمد انوار الحق حقانی** صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مرکزی نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

و نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

عصر حاضر میں صحافت اشاعت دین کیلیئے سب سے مؤثر، اور مثبت ذریعہ ہے۔ آج مسلم دنیا بالعموم اور ہمارے دینی مدارس بالخصوص اس فن میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لے رہے...... جس کی وجہ سے وہ آئے روز ہمارے مذہب اور دین پر تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ صحافت کے ہتھیار کو استعمال کر کے ان بے دینوں کا علمی تعاقب کیا جائے اور مسلمانوں کی صحیح اور درست علمی و فکری رہنمائی کی جائے۔

مقام شکر ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے چند ہونہار طلباء نے طلباء کرام میں علمی، ادبی اور صحافتی ذوق کو پروان چڑھانے کیلیئے اردو اور عربی جداری جریدے کا اجراء کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں۔

والسلام

(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ)

کاروان جامعہ حقانیہ

مدیر کے قلم سے.......

اٹھ کر اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے

علماء انبیاء کے وارث ہیں، وراثت کا حق ادا کرتے ہوئے جب بھی دین کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ان کا مقابلہ کیا اور دین پر آنچ نہ آنے دی۔ چنانچہ جب یونانی ملحدین فلسفہ کے زور سے اللہ کی ذات کا انکار کرنے لگے اور منطق کے انداز میں صغری، کبریٰ ملا کر وحدت الوجود کو رد کرنے لگے تو اس وقت کے علماء کرام نے منطق اور فلسفہ کی اشد ضرورت محسوس کی اور ان علوم کو ایسا ازبر کیا کہ وہ لوگ دھنگ رہ گئے۔ مختصر یہ کہ ان کے استدلات انہیں کے انداز میں ایسے رد کر دیئے کہ دل داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اسلامی عقائد پر آنچ نہ آنے دی۔

موجودہ دور کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اہل باطل مختلف طریقوں سے دین اسلام پر حملہ آور ہورہے ہیں۔ اور مختلف زاویوں سے ان کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ جس میں سب سے زیادہ طاقتور میڈیا کا میدان ہے۔ میڈیا کا مہار یہود ونصاریٰ اور ان کے ایجنٹوں کے پاس ہے۔ یہ مسلمانوں کے اندر خلفشار پیدا کرنے، ان پر اپنا شکنجہ مضبوط کرنے اور ان کو اپنا غلام بنانے کا بہت ہی آسان راستہ ہے، چنانچہ جب بھی طاغوتی قوتیں کوئی اپنا ٹوٹکا آزمانے کا تجربہ کرتی ہیں تو اول میڈیا کو رائے عامہ ہموار کرنے کیلئے بروئے کار لاتی ہیں۔ یہ لاٹھی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ چنانچہ جس کی لاٹھی اس کی ہی بھینس ہوتی ہے۔

میڈیا کی ایک شاخ تحریر و تصنیف بھی ہے۔ جس کو پرنٹ میڈیا کے نام سے جانا جاتا ہے یہ بھی اسلام کے خلاف سازشوں میں کسی سے پیچھے نہیں ہے یہ بھی اھل باطل کے نظر کرم پر ہی چل رہا ہے۔ اور جو لوگ اس میدان میں مصروف عمل ہے اکثریت ان میں ایسے ہیں۔ جن کے قلموں کی سیاھی اغیار فراھم کررہے ہیں اس میدان میں بھی اھل باطل کا راج ہے اور آئے روز اسلام پر تابڑ توڑ حملے کررہے ہیں۔

اب ہمارا المیہ یہ ہے کہ باطل کے مقابلے میں ہر میدان میں ہمارے علماء کرام پیش پیش نظر آئینگے لیکن تحریر و تصنیف، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں آٹے میں نمک کے برابر بھی آپ کو نہیں ملیں گے۔ اس میں جتنا زیادہ اہل باطل کا عمل ہے اتنا ہی کم ہمارا رد عمل ہے کیونکہ وہاں دیندار طبقہ موجود نہیں۔ برا تو برا ہے لیکن اگر علمائے کرام کوئی اچھا کام بھی سرانجام دے تو اس کو گول مول کر کے ایسے انداز میں پیش کرتے ہیں کہ بد سے بدترین بنا دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں مستشرقین اور یہود و نصریٰ نے ٹھیکے جمار کھے ہیں جن کو داڑھی، پگڑی اور مدارس مزاق نظر آرہے ہیں۔ چنانچہ ان ہی لوگوں نے دینی طبقے کو دہشتگرد کے لبادے میں پیش کیا اور جو بھی اسلام کا نام لیتا ہے ان کو انتہا پسند کا جامہ پہنایا۔ اور کسی ایک دن بھی میڈیا پر آپ کو ایسی خبر نہیں ملی گی جو دینی طبقے کیلئے حوصلہ بخش ہو بلکہ ان کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہیں۔

اگر ہم نے ابھی بھی اس خلا کو پورا نہیں کیا۔ اور ماضی کے تلخیوں سے سبق حاصل نہیں کیا۔ اور خارش کے مریض کی طرح ان سے کنارہ کش رہے تو کچھ دور نہیں کہ اپنے ہی لوگ ہمیں چھوڑ جائینگے اسلیئے ہمیں چاہیے کہ جدید تقاضوں کو سمجھے اور ان کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر یہود و نصاریٰ اور ان کے ایجنٹوں کی سازشوں سے اپنی تہذیب و تمدن کا دفاع کریں۔ تو جس طرح جامعہ حقانیہ دین کے شعبوں میں مصروف عمل ہے اسی طرح تحریر کے میدان میں بھی طلبہ کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے ماہنامہ **کاروان حق** کا انتظام کیا ہے۔ لہذا طلبہ کرام سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے مضامین سے کاروان حق کو رونق بخشیں۔

اٹھ کر اب بزم جہان کا اور ہی انداز ہے

مشرق اور مغرب میں تیرے ہی دور کا انماز ہے۔

ابن نصیب خان جلالی
(شریک دورہ حدیث)

دیوبند ثانی

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اسلام نے اسلامی تعلیمات (علوم نبویہؐ) کے حصول پر بہت زور دیا ھے۔آپؐ نے اطلبوا العلم من المهد الى اللحد.........طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم ۔ارشادفرما کران علوم کے حاصل کرنے کی ترغیب دی۔اور کہیں پر العلماء ورثة الانبياء '' کہہ کران علوم کا ثمرہ بتایا اوران علوم ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کی تقسیم کی اورفرمایا''قل هل يستوى الذين يعلمون و الذين لايعلمون ''۔یعنی اس علم کی وجہ سے عالم کو دوسرے لوگوں پر اس طرح فوقیت حاصل ہے جس طرح چاند کو ستاروں پر۔

ان علوم نبویہ کے حصول کیلئے مختلف اسباب/طرق ہوتے ہیں ۔اوران میں ایک سبب/طریقہ مدارس ہیں۔اگر یہ سلسلہ آپؐ کے زمانے میں اصحاب الصفہ کی شکل میں موجود تھا تو آج دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں زندہ وتابندہ ہے۔جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد ۱۹۴۷ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے رکھی اوراب ایک بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی شکل اختیار کرگئی ہے۔

جامعہ ھذا نے علوم نبویہؐ کیساتھ ایسی شخصیات بھی امت مسلمہ کو مہیا کئے ہیں جو معاشرہ میں اسلامی تعلیمات کی صحیح ترجمانی کررہے ہیں۔اوراس کے ساتھ ہمیں ہرقسم کے اسلامی شعبوں کیلئے مضبوط رجال باکردار فراہم کئے ہیں۔اگر میدان سیاست میں امت مسلمہ کی حقوق کی جنگ لڑنے والا اور مدارس دینیہ کا محافظ بن کر کھڑا ہے تو حقانیہ کا سپوت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی شکل میں ہے۔اس پُرفتن اودجالی میڈیا کی دور میں عمر فاروقؓ اورعمر بن عبدالعزیزؒ کی جھلک دکھانے والا افغانستان کا بت شکن امیرالمؤمنین ملامحمد عمر مجاہد حفظہ اللہ بھی حقانیہ کا فرزندارجمند ہے۔اگر باطل قوتوں کیساتھ افغانستان کے محاذوں پر اسلام کا جھنڈا لہرانے والا ہے تو وہ بھی حقانیہ کا فاضل ہی ہے۔اگر علمی کارناموں کی طرف دیکھا جائے تو سب سے خوشبودار پھول سمیع الحق صاحب مدظلہ کی شکل میں نظر آتا ہے،فتاویٰ حقانیہ اورفتاویٰ فریدیہ کی تصنیف جامعہ کی وجود مسعود ہی کی وجہ سے معرض وجود میں ائی ہیں۔

الحمدللہ آج یہ ادارہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کررہا ہے اوراسکی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔

خاکپائے اسلاف

جواد علی شاہ شریک دورہ حدیث

کچھ علمِ معقولات کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کا عجیب نظام دنیا میں رہا ہے کہ ہر دور میں دین متین کی خدمت جن اہل علم حضرات نے کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے انکو اہل زمانہ پر برتری اور ایک نمایاں مقام دیا ہے چاہے یہ خدمت براہ راست قرآن وسنت کی ہو جیسے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے اس فریضہ کو پایا تکمیل تک پہنچایا۔اور چاہے یہ خدمت اُن علوم وفنون کی ہو جو قرآن وسنت کیلئے علم آلیہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اسلئے یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم کا درجہ رکھتی ہیں۔

پھر یہ علوم آلیہ علوم وفنون کا ایک وسیع میدان ہے جس کا ایک شجر اخضر علم المعقولات ہے۔جو قرآن وسنت کے لئے ایک آلہ ہے اور رضا الٰہی کا سبب ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو جیسے بخاری کے مطالعے میں اجر سمجھتے ہیں میر زاہد اور امور عامہ کے مطالعے میں بھی ویسا ہی اجر سمجھتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ نیت صحیح ہو۔

بہر حال علم المعقولات ایک ایسا علم ہے جو کہ ہر دور میں مخدوم رہا ہے اور مخدومیت کی وجہ ظاہر ہے کہ ہر دور میں علماء اور فضلاء نے اپنی زندگی کی بہاریں اس علم کی خاطر خزاؤں میں بدل دی ہیں اور اس کی نظیر علامہ فخر الدین رازی اور حجۃ الاسلام امام غزالی جیسے نابغہ روزگار شخصیات ہیں امام رازی نے تفسیر کبیر لکھ کر امت پر ایک بڑا احسان کیا اور امام غزالیؒ نے تہافۃ الفلاسفہ لکھ کر فلاسفہ کے بیہودہ عقائد کی جڑ اُکھاڑ دی لیکن دور نہیں، قریب زمانے میں ہندوستان کے مدارس پر نظر ڈالیں تو دیو بند، رامپور، سہارنپور، لکھنو، خیر آباد اور دہلی کے علاوہ بیسوں مدارس میں آپ کو علم المعقولات نصاب کا ایک جزءِ لازم نظر آئیگا، اور یہ وہ نصاب ہے جو نظام الدینؒ نے لکھنو کے فرنگی محل میں طلباء کیلئے منتخب کیا تھا اور پھر غالباً یہ سارے ہندوستان میں ایک عام نصاب بنتا چلا گیا اور اسی نصاب کے بدولت اللہ تعالیٰ نے ایسے عباقرہ پیدا کئے جو سارے ہندوستان میں فرق باطلہ کیلئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھے...... بہر حال علم المعقولات سارے مدارس میں تاج عروس کی حیثیت رکھتا تھا، چنانچہ مناظر احسن گیلانیؒ جب دیو بند میں داخلے کیلئے تشریف لائے تو خود اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ غالباً چھوٹی سی دستی میز پر کتاب تھی، یہ میر زاہد رسالہ تھا، شاہ صاحبؒ نے کتاب کھولی اور یتحقق کل فرد بعد ’’تحقیق الموصوف‘‘ کے الفاظ سے العلم المتجدد کی تعریف میر زاہد نے جو کی ہے دریافت فرمایا کہ اس عبارت کا مطلب بیان کرو۔اسی طرح مولانا خان بہادر مارتونگیؒ جب دیو بند داخلے کیلئے تشریف لے گئے تو فرماتے ہیں ’’حضرت شاہ صاحبؒ نے قاضی مبارک میں تشکیک کے بحث میں بہت مشکل مشکل سوالات کئے۔الغرض علم المعقولات ہمارے اسلاف کی میراث ہے اور اسکی افادیت جس طرح پہلے تھی اسی طرح آج بھی ہے بلکہ آج کل تو اسکے پڑھنے کی اشد ضرورت ہے اسلئے کہ فرق باطلہ کے عقائد کو رد کرنا استدلالِ عقلی سے ہوتا ہے اور وہ علم المعقولات کے بغیر دشوار ہے چنانچہ حضرت نانوتویؒ جب برکات احمد ٹونکیؒ کو دعا دیتے تھے تو فرماتے تھے ’’اللہ تعالیٰ اس کو علم المعقول میں ترقی عطا فرمائے پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ دین پر قائم رہنا علم معقول حاصل کئے بغیر دشوار ہے۔

لہذا آج کے علم کی فضا ’’جو کہ علم المعقول کے خلاف ہے‘‘ کو ختم کر کے اس کو سیکھنا چاہئے اور دوسروں کو بھی سکھانا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ وفہم عطا فرمائے۔آمین

حزب اللہ جان پشاوری
(موقوف علیہ)

امت مسلمہ کے زوال کے اسباب

پورے عالم میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس کے متبعین ہر زمانہ اور ہر دور میں بلند و بالا رہے ہیں۔ جس طرح یہ دین اعلیٰ وارفع ہے اسی طرح اپنے متبعین کو اعلیٰ وارفع بلند و بالا بناتا ہے۔ امت کے جس طبقے نے جس دور میں بھی دین (اسلام) پر عمل کیا تو وہ سرخرو ہوئے، کامیابی نے انکے قدم چومے پانی نے ان کو راستہ دیا، درندہ جانوروں نے ان کا پہرہ دیا حتی کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کے تابع ہوا اور انکے اشاروں پر چلنے لگا دنیا کی کوئی طاقت ان پر غالب نہ آسکی چاہے وہ طاغوتی طاقتیں کتنی ہی بڑی تعداد میں کیوں نہ تھی اور کتنی ہی فوجی سہولیات سے لبریز، اسلحے کے تمام انواع سے لیس کیوں نہ تھیں جبکہ اس کے برعکس مسلمان مٹھی بھر، بغیر خوراک واسلحہ کے، بغیر توپ، ٹینک اور تلوار کے، بغیر بحری بیڑوں اور سواریوں کے حتی برھنہ پا ہوتے ہوئے بھی اتنی بڑی بڑی فوجوں، سامراجی حکومتوں اور طاغوتی قوتوں پر غالب آئے ہیں، فتح وکامرانی نے انکے قدم چومے ہیں، ہر نشیب وفراز نے ان کو سلام پیش کیا ہے اور ہر اونچا سر ان کے سامنے سرنگوں ہوا ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس! آج دین وہی دین ہے، اسلام وہی اسلام ہے اللہ وہی اللہ ہے، تو پھر کیوں یہ امت غیروں کے سامنے ذلیل وخوار ہے، زندگی کے ہر موڑ پر ناکامی ان کا مقدر کیوں بن چکی ہے انکے سر سرنگوں ہیں ان کی عزتیں تار تار ہو چکی ہیں۔ غلامی کے طوق ان کے گلوں میں لٹک رہے ہیں، آخر اتنی بڑی بے غیرتی و بے ہمتی آج اس امت کا لباس کیوں بن چکی ہیں، کیا اللہ بدلا...... یا اس کا قانون بدلا...... یا اس کا دین بدلا......؟؟ نہیں نہیں بلکہ ہرگز ایسا نہیں ہے اللہ وہی اللہ ہے اسلام وہی اسلام ہے، قانون وہی قانون ہے اگر بدلا ہے تو مسلمان بدلا ہے اگر بدلی ہے تو امت بدلی ہے اور یہی اس امت کے زوال کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اسی تغیر وتبدل کے چند اسباب ذیل میں ذکر کئے جارہے ہیں......

(۱) امت کے زوال کے اسباب میں سے ایک امت کا ٹوٹنا اور مختلف جماعتوں میں بٹنا ہے آئے دن ایک نہ ایک جماعت بنتی ہے جو حق کا دعویٰ کرتی ہے اور دوسروں پر تردید وتنقید۔ اور ظاہر ہے کہ آپس کے اختلافات، عدم اتفاق اور دھڑا بندی سے وہ مثالی جماعت جو نبی علیہ السلام نے امت کو امت بنانے کیلئے دی تھی ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے باقی نہ رہی۔

(۲) دوسرا بڑا سبب دین سے دوری اور غیروں بالخصوص مغربیت سے دوستی ہے، دین پر عدم اعتمادی، اللہ تعالیٰ سے مایوسی اور مال واسباب پر یقین نے ان کو پاؤں تلے روندڈالا، وسائل قدرت کے پیچھے لگنے کی وجہ سے قدرت ہی ہاتھ سے نکل گئی اور وسائل بھی نہ ملے۔

(۳) تیسرا بڑا سبب اپنے اس کام کو چھوڑنا ہے جو من حیث الامۃ ان کو ملا تھا اور جس پر خلافت ونصرت کے وعدے تھے اور وہ ہے دین پر مضبوطی سے قائم رہنے کیساتھ اس کی ترویج واشاعت کرنا اور اشاعت میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا چاہے جان سے ہو یا مال سے ہو یا اولاد سے ہو۔

الغرض جب تک ہر ہر فرد اجتماعی طور پر اتفاق واتحاد کو قائم کرنے، دین پر عمل کرنے کیساتھ اس کی مسلسل اشاعت میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی تعلیمات پر ایمان ویقین رکھنے کیساتھ عملی قدم نہ اٹھائے تو یہ امت امت نہیں بن سکتی اور نہ نصرت وخلافت آسکتی ہے ورنہ اسی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کائنات میں وہی ہوگا جو امت چاہیگی۔

محمد قاسم
موقوف علیہ

جامعہ حقانیہ کے اوصاف

برصغیر کی سطح پر اللہ تعالیٰ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو امتیازی خصوصیات سے نوازا ہے اسکے فضلاء ہر میدان میں (دین کے ہر شعبے) میں مصروف عمل ہیں۔ چاہے میدانِ جہاد ہو جیسے کہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ اور مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔ یا چاہے سیاست کے میدان میں موجودہ دور کے قائدین کے کارنامے اظہر من الشمس ہے۔ اسی طرح اور شعبوں میں بھی جامعہ حقانیہ کے فضلاء آگے آگے ہے۔ یہ اوصاف اللہ تعالیٰ نے جامعہ کو کس وجہ سے دیئے ہیں یہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی اخلاص، خدمات، ادب واحترام اور دعاؤں کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ انکو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کریں۔ آج الحمدللہ جامعہ روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اور جامعہ کے مشائخ واساتذہ کرام کا کردار اور اوصاف بندہ اپنی ناقص زبان سے ادا نہیں کرسکتا کیونکہ یہ حضرات بلند شان اور مرتبے والے ہیں۔ ہر استاد ہر فن میں عملی کام کررہا ہے خاص کر تصنیف کے میدان میں، اور اسی طرح تعلیم وتعلم میں بھی بے مثال ہیں، جب بھی سبق پڑھاتے ہیں گویا کہ اُن کے منہ سے جواہر نکلتے ہیں، اور سارا دن تدریسی مشاغل میں مصروفیت کے باوجود تصنیفی خدمات بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور تمام اساتذہ کرام سادہ مزاج ہے جب بھی ملنے کو دل چاہے ملنے سے انکار نہیں کرتے۔ حقانیہ کے مشائخ اسلاف کا نمونہ ہیں جیسا کہ اکابرِ دیوبند صحابہؓ کا نمونہ تھے اور جس طرح ہر ایک کی تاریخ دوسرے سے ممتاز ہوتی ہے اسی طرح ہمارے اساتذہ کرام ایسے اوصاف کے حامل ہیں کہ ہر ایک کی خوشبو دوسرے سے جدا اور دلفریب ہے۔ اور یہ ان اساتذہ کرام کی کرامت ہے کہ ہر سال جامعہ سے اتنے فضلاء کرام فارغ التحصیل ہوتے ہیں کہ جتنا برصغیر کے کسی بھی مدرسے (بشمول دارالعلوم دیوبند) فارغ التحصیل نہیں ہوتے ہیں۔ ہم اس پر فخر کرتے ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ کرام تمام عالم اسلام کے لئے بادل کے مانند ہیں اور ہم ان کے لئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ جامعہ حقانیہ کے شیوخ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھیں اور جامعہ حقانیہ کو تاقیامت قائم ودائم رکھیں اور ہر قسم کے شر سے اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت فرمائیں۔

کاروان جامعہ حقانیہ

طفیل احمد حقانی
موقوف علیہ

موت کی یاد

قال تبارک تعالیٰ: کل نفسٍ ذائقة الموت ......الأية.قیل: الموتُ یأتی بغتةً و القبر صُندوقُ العملِ۔

اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور ایک دن ایسا آئیگا کہ یہ ساری کائنات ختم ہو جائیگی اس کائنات میں جو ذی روح اشیاء ہیں ان کا ختم ہو جانا موت کے ذریعے ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک قانون بتایا ہے کہ ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

سائنسی ترقی کے عروج کے باوجود موت ایک زندہ حقیقت ہے۔ ہمارے پیغمبر برحق ﷺ سے ایک صحابیؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ سمجھدار کسے کہتے ہیں؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ''اکثرھم للموت ذکراً و احسنھم له استعداداً'' یعنی جو موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اور اسکی تیاری کرتا ہے۔ اس حدیث پاک میں رسول کریم ﷺ نے موت کے بارے میں دو چیزیں ذکر فرمائی، پہلا موت کو کثرت سے یاد کرنا اور دوسرا موت کیلئے تیاری کرنا۔ موت کو کثرت سے یاد کرنا باعث اجر و ثواب ہے، کیونکہ موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کو یاد کرنے سے دنیا کی لذتوں اور اسکی دلچسپیوں میں کمی آتی ہے اور انسان کا دل مالکِ حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حضرت عطا خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کا ایک مجلس سے گزر ہوا جہاں سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اپنی مجالس میں لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کا تذکرہ شامل کرلیا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کیا ہے؟ فرمایا موت ہے، جو گناہوں کو زائل کرتی ہے۔ اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اسلئے موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ ایک موقع پر آنحضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے کے بعد تم پر کیا گزریگی تو تم کبھی رغبت سے کھانا نہ کھاؤ گے اور نہ پانی پی سکو گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر جانوروں کو موت کے متعلق اتنی معلومات ہو جتنی تم لوگوں کو ہیں تو تمہیں موٹا جانور کھانے کو نہ ملے۔

ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے اپنے دل کی قساوت کی شکایت کی آپؓ نے فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرو انشاء اللہ دل نرم ہو جائیگا، اس عورت نے ایسا ہی کیا کچھ عرصہ بعد واپس آئی اور بتایا کہ موت کی کثرت نے میرے دل کو روٹی کے گالے کی طرح نرم کر دیا ہے۔ بالآخر موت کی یاد سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے ایمان میں پختگی آتی ہے، اصلاح کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

آج کل انسان موت سے لاپرواہ ہے جسکی وجہ سے انسان کے دل میں دنیا کی محبت پیدا ہوئی ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات سے بے پرواہی کرتا ہے آج انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل نہ کرنے سے اور نواہی سے اجتناب نہ کرنے سے کئی طرح کے مصیبتوں میں مبتلا ہے آج انسان اپنی خواہشات کے تابع ہے۔ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان میں خالص عقل رکھی اور بہائم کو پیدا کیا اور ان میں خالص شہوت رکھی اور بنی آدم کو پیدا کیا اور ان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی پس جس کی عقل شہوت پر غالب آئی وہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے اور جس کی شہوت عقل پر غالب آگئی وہ بہائم سے بھی بدتر ہے بے شک ایسا ہی ہے آنحضرت ﷺ نے حق و سچ فرمایا۔

حدیث کا دوسرا جزء موت کیلئے تیاری کرنا ہے، موت کیلئے تیاری یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان نے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی کی ہو تو آج سے اللہ کے دربار میں سچی توبہ کرے اور بندوں کو اپنا حق دیں، کیونکہ موت اچانک آتی ہے اس وجہ سے موت کے آنے سے پہلے پہلے اپنے آپ کو درست کرنا ضروری ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

پچھتائے گا منزل ہے کڑی، دیکھ کہاں ماں :: کچھ زادِ سفر باندھ لے دامان کفن میں۔

جاوید اقبال
موقوف علیہ

حقوق الوالدین

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر حد سے زیادہ انعامات کیئے ہیں ارشاد گرامی ہے وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها کہ اگر آپ ہماری نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو آپ اسکے شمار سے عاجز ہونگے کیونکہ جب انسان ذی عقل سمجھدار ہوتو وہ یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا یعنی عدم سے وجود میں لایا پھر مسلمان پیدا کیا اور پھر امت محمدیہ میں پیدا فرمایا یقیناً یہ تمام انعامات ہیں لیکن ان نعمتوں میں سے ایک نعمت والدین بھی ہیں انکی نافرمانی یقیناً گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں وارد ہے کہ الکبائر: الاشراک بالله وحقوق الوالدین وقتل النفس، کبائر گناہ ہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ ذات وصفات میں کسی کو شریک ماننا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور قصداً عمداً کسی شخص کو قتل کرنا۔

قرآن وحدیث میں بہت سی آیات اور احادیث اسکی تائید کرتی ہیں ان میں سے ایک آیت ہے جو اوپر مذکور ہے اس میں ایک آیت، الاتعبدوا الاایاہ وبالوالدین احسانا، کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کروگے اور والدین کیساتھ حسن سلوک اور احسان کروگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے عبادات اور بندگی صرف معبود واحد لاشریک لہ، کہ وہ اللہ ہے کیلئے کرنے کی ترغیب دی پھر متصلا والدین کیساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا کہ عبادت اور بندگی کے بعد والدین کی اطاعت بھی ایک امر وجوبی ہے کیونکہ اسکو رسول اللہ ﷺ نے الکبائر فرمایا ہے اور کبائر (گناہ کبیرہ) سے جان بچانا واجب ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب عاصی اور گنہگار ہے پھر دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر اسکی ماں کا اسے پیٹ میں لیے پھرنے کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه وهنا علی وهن وفصاله فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک والی المصیر، کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں تھا تو ماں کی مشقت اور اسکی تکلیف کا ذکر فرماتے ہوئے انسان کو اسکی اطاعت پر برانگیختہ کیا کہ آپ پر والدین کے بہت حقوق ہیں من جملہ ان میں سے ایک حمل بھی ہے اور بچپن میں آپکے ساتھ احسانات کرنا بھی ہے۔

دوسری آیت ہے فلاتقل لهما اف ولاتنهر هما، الایة، کہ آپ اپنے والدین کو اف قدر بھی نہ کہنا اور نہ انکی رسوائی کرنا بلکہ انکے ساتھ ادب سے بات کرنا اس آیت مبارک میں علماء اصولیین فرماتے ہیں کہ والدین کو لفظ اف کہنا حرام ہے اسلئے کہ اس میں والدین کو تکلیف ہوتی ہے پس ہر وہ کلمہ جس سے والدین کو ایذاء وتکلیف ہوتی ہے وہ حرام ہے جیسے، رسوا کرنا، شرمندہ کرنا، گالی دینا، مارنا وغیرہ وہ سب کے سب حرام ہیں۔

یقیناً والدین نعمت ہیں انکی قدر انسان کو اس وقت محسوس ہوتی ہے جب وہ نہ ہوں وفات پا چکے ہوں۔ بہت سے احادیث انکے خدمت کے بارے میں وارد ہوئے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد. کہ اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا والد کے راضی ہونے میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی والد کی ناخوشی میں ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ نے عرض کیا یارسول اللہ سب سے بڑھ کر عمل کونسا ہے؟ فرمایا نماز پڑھنا اپنے وقت پر، پھر انھوں نے عرض کیا: پھر کونسا عمل افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ والدین کی خدمت، انھوں نے عرض کیا پھر کونسا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

اس حدیث مبارک سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت کرنا اور انکے ساتھ نرم کلامی اور حسن سلوک یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رضا کی علامت ہے اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اور انکی نافرمانی اور انکے ساتھ تلخ کلامی ظلم وستم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور دنیا اور آخرت میں ذلت ورسائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی فرمانبرداری اور اطاعت نصیب فرمائیں، اور عمل کی توفیق دیں۔ آمین۔

محمد ایوب بن انور خان
شریک دورہ حدیث

مذہبی فرقہ واریت...ایک جائزہ

فرقہ واریت دور حاضر کا ایک نعرہ اور اصلاح ہے جو بار بار اٹھایا جارہا ہے یوں تو فرقہ واریت کے مختلف انواع ہیں جس نے نہ صرف عالم اسلام بلکہ بنی نوع انسان کو اپنے لپیٹ میں لیا ہے۔فرقہ واریت کے انواع واقسام میں وطنی فرقہ واریت، سیاسی فرقہ واریت، مالی فرقہ واریت، تنظیمی فرقہ واریت، تعلیمی فرقہ واریت (طبقاتی نظام تعلیم) قانونی فرقہ واریت اور مذہبی فرقہ واریت شامل ہیں ان متنوع فرقہ واریت نے ہمارے گردوپیش کو متاثر کیا ہے یہاں تک کہ دنیا کا کوئی بھی خطہ، وطن اور ریاست کسی نہ کسی درجے میں کسی بھی فرقہ واریت کے شکار ہیں خاص کر ہمارے ہاں تو تقریباً سبھی انواع نے ڈیرے جمائے ہیں اندریں صورت کسی ایک خاص نوع فرقہ واریت (مذہبی فرقہ واریت مثلاً) کو زیر بحث لانا اوران پر خامہ فرسائی غیر مستحسن بھی ہے اور کسی درجہ میں مستحسن بھی اول الذکر کے بارے میں بلاشک وتردد کیا جاسکتا ہے کہ وطن عزیز میں جس طرح مذہبی فرقہ واریت خطرناک ہیں اس سے کہی زیادہ وطنی، مالی، سیاسی اورنسبی فرقہ واریت خطرناک ہیں اس سے کہی زیادہ وطنی، مالی، سیاسی اورنسبی فرقہ واریت نے اپنے دامن میں بھیانک نتائج ہوئے ہیں بہرکیف مذکورہ مختلف الاقسام فرقہ واریت پر بحث وتمحیص اوران کا صحیح تجزیہ ہمارے علماء کرام، دانش ور حضرات اور زندگی کے دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے سنجیدہ افراد پر لازم ہیں جبکہ ثانی الذکر تو اس لئے کہ مذہبی فرقہ واریت کا شکار براہ راست مذہبی اور دیندار طبقہ کے عوام وخواص ہیں اور پھر یہ پوری سوسائٹی میں پھیل رہا ہے لہذا یہ وقت کی بڑی ضرورت ہے کہ براہ راست ان متاثرہ افراد کو ایک فکری ونظریاتی اور اصلاحی دعوت دی جائے تا کہ وہ تجزیہ کر کے فرقہ واریت کے اسباب، نقصانات اور اسکے اصلاحی پہلو پر غور کر سکے اور ہم اس دلدل سے کامیابی کیساتھ نکل سکیں۔

فرقہ واریت کے دامن میں پرورش پانے والے مہلک افکار ونظریات اور ناپاک جذبات نئے نہیں ہیں اقوام وملل کے صفحات تاریخ میں بکھری ہوئی ہلاکت آفرینیاں عموماً اسی جذبہ برتری وتفوق کا ہولناک نتیجہ ہے کیونکہ جس طرح انفرادی زندگی میں ''انانیت'' تمام اخلاقی عیوب بغض حسد، عناد، رشک، زورآوری اور جاہ طلبی وغیرہ کا سرچشمہ ہوتی ہیں ٹھیک اسی طرح یہی انانیت جب اجتماعی زندگی میں گھس جاتی ہے تو فرقہ واریت کا روپ اختیار کر کے ایک خاندان کو دوسرے خاندان سے، ایک نسل کو دوسری نسل سے، ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلے سے، ایک وطن کو دوسرے وطن سے ، ایک تہذیب وتمدن کو دوسرے تہذیب وتمدن سے اور ایک مسلک کو دوسرے ملک سے ٹکرادیتی ہیں، جس کا عنوان جوش آفرین ہوتا ہے مگر نتیجہ ہوش رُبا! اس سانپ کی رنگارنگیاں نظرفریب ضرور ہوتی ہے لیکن زہرآمیز۔

ہمارے وطن عزیز کے اندر آج چند طبقات اپنی ناعاقبت اندیشی سے اسی سانپ سے کھیل رہے ہیں لیکن یہ کھیل اگر صرف سیاست یا کسی اور فورم پر کھیلا جاتا تو اسکی لغویت سے صرف نظر کر کے گزر جانا ممکن تھا لیکن افسوس کہ ان پست فکریوں کا مظاہرہ مذہب کے نام پر ہورہا ہے جس کا ایک قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ اس جدید دور کے مفکر اور مذہب ناآشنا لوگ مذہب ہی کو شروفساد سمجھنے لگے اور ایک عالمگیر مذہب ہونے کے باوجود ''اسلام'' کو بھی اسی خسیس معیار سے پرکھا جانے لگا۔

بہرحال فرقہ واریت کی روک تھام ضروری ہے تاکہ قوم وملت کیلئے اس سے بچنا ممکن ہوسکے۔

عباد اللہ مہمند
شریک دورہ حدیث

قربانی کا ایک فقہی جائزہ

شریعت مطہرہ میں اللہ تعالیٰ عزوجل سے مال کے ذریعہ قربت حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ پہلا اپنے مال کا مالک دوسرے کو بنانا اور اسکو حوالہ کر کے اپنے ذمہ خالی کرنا، مثلاً صدقات اور زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے **ومثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل لله ثم لایتبعون ماانفقوا مناولااذی لهم اجرهم عندربهم ولاخوف علیهم ولاهم یحزنون** ،سورۃ البقرہ۔(۲۶۲) اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے مال کے ذریعے غلامی کے طوق سے آزاد کرنا اور اتلاف نفس کرنا" **عن ابی هریرةؓ من اعتق رقبة مسلمة اعتق الله لكل عضو**"۔اب اگر قربانی کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ دونوں طبقے اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں کیونکہ قربانی کے جانور کا خون بہانا اللہ کی رضا کیلئے اتلاف نفس میں آ گیا۔اور جانور کا گوشت غریبوں اور ناداروں میں تقسیم کرنا صدقہ اور خیرات کے زمرے میں آ گیا۔قربانی کی حقیقت اور اس کا مقصد، **کقوله تعالیٰ وفدینه بذبح عظیم** (الصٰفت ۱۰۷)۔

حضرات صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا سول اللہ یہ قربانی کیا چیز ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **سنّة ابیكم ابراهیمؑ** یہ تمہارے والد ابراہیمؑ کی سنت ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں اس قربانی پر کیا ملے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ جانور کے پشت پر جتنے بال ہیں اتنے ہی بالوں کے برابر نیکیاں تمہارے نامہ اعمال میں درج کی جائیں گی۔ پھر صحابہ کرامؓ نے فوراً عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر بال نہ ہو بلکہ اون ہو جیسے بھیڑ کی پشت پر بال زیادہ ہوتے ہیں تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اون کے ہر بال کے بدلے میں بھی ایک نیکی ملے گی (الترغیب والترہیب) اس طرح اللہ تعالیٰ کا مقصد اس واقعہ سے امت مسلمہ اور امت ابراہیم کو یہ دکھانا تھا کہ دیکھو! ہمارا نبی اپنی طبعی پدری جذبات اور اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے۔اسلئے اگر تم مؤمن ہو تو تم بھی اپنے تمام جذبات کو اللہ تعالیٰ کے راستے قربان کر دو، یہ جو قربانی ہے یہ درحقیقت اپنے جذبات کو قربان کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر آپ اللہ کے راستے میں بازار سے خرید کر دو چار من گوشت غریبوں میں تقسیم کر دیں تو آپ کو قربانی کا ثواب نہیں ملے گا آپ کو گوشت تقسیم کرنے کا ثواب ملے گا۔

نصاب قربانی: جس شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا انکی قیمت جو ضرورت اصلیہ سے زائد موجود ہو تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔اگرچہ اس پر سال نہ گزرا ہو۔امام صاحبؒ سونے کو چاندی کے تابع فرماتے ہیں کہ ایک تولہ سونا اور کچھ چاندی یا قیمت کیساتھ بھی قربانی واجب ہوگی جبکہ صاحبینؒ سونے اور چاندی کو الگ الگ نصاب فرماتے ہیں۔فتویٰ صاحبین کے قول پر ہیں کیونکہ یہ دفع خرج پر مبنی ہے جبکہ امام صاحبؒ کا قول انفع للفقراء ہے۔

قربانی کا وقت: اسی طرح قربانی کی عبادت بھی ذوالحجہ کے مہینے میں ہی ادا ہو سکتی ہے نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد ادا ہو سکتی ہے اور یہ ذوالحجہ کے تین دنوں میں ہی مسنون ہے یعنی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کو۔

قربانی کی دعا کا مفہوم: جانور کی قربانی کے وقت جو کلمہ پڑھا جاتا ہے، یہ بھی عجیب کلمہ ہے، **انّ صلاتی ونسكی ومحیای ومماتی لله ربّ العالمین**۔(الانعام ۱۶۲)

ترجمہ: میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ کیلئے ہے جو دو جہانوں کا پروردگار ہے" (بیان القرآن)

محمد عارف حقانی

شریک دورہ حدیث

چند گزارشات طلباء کرام کے نام

علم شمع ہے اور دینی مدارس کے طلباء اس کے پتنگ ہیں وہ ہر وقت اپنے تن من دھن کو اس پر نچاور کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں اور اس کے حصول میں شب و روز مشقتیں برداشت کرتے ہیں کہ کسی طریقہ سے وہ اس قیمتی اثاثے کو پالیں۔

علم سے مقصود معرفت خداوندی جل جلالہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی بجا آوری اور ان کے منہیات سے دوری ہے جس کا یہ مقصد ہو تو وہ کامیاب ہے اور اگر کوئی دنیاوی مقصد ہو تو ناکام۔ علم کے حصول میں استاذ کا بڑا مقام ہے۔ حضرت مولانا مفتی غلام قادر نعمانی صاحب مدظلہ العالی نے دوران درس فرمایا: طالب علم کو تین چیزوں کی قدر کرنی چاہیئے۔ کتاب، صاحب کتاب، اور استاذ۔ اگر ان میں سے ایک کی بھی وقعت نہ ہوگی تو وہ علم بے نور ہوگا لہذا استاذ کا انتہائی ادب کرنا چاہیئے۔ ادب کس چیز کا نام ہے؟ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے ادب کی تعریف کی ہے، کہ ادب تعظیم کا نام نہیں ہے بلکہ راحت رسانی کا نام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی انتہائی تعظیم کیا کرتے تھے لیکن حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ آپ ﷺ کے آنے پر کھڑے نہ ہوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں کھڑے ہوئے تھے۔ چونکہ اس میں حضور ﷺ کو راحت ملتی تھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ عمل اختیار کرلیا۔ طلباء کو چاہئے کہ اساتذہ کرام کی طبعیتوں کو معلوم کریں، جن کاموں سے وہ خوش ہوتے ہوں، وہ کریں اور جن کاموں سے ناخوش ہوتے ہیں ان سے پرہیز کریں۔ انکی تقسیم اوقات سے باخبر رہنا چاہئے۔ کہ کونسے معمولات کونسے اوقات میں ادا فرماتے ہیں کس وقت فارغ ہوتے ہیں، ان سے ملاقات کب ممکن ہوتی ہے۔ اگر ہم ان باتوں پر عمل کریں گے تو اساتذہ کو بہت سہولت ہوگی۔ اس طرح طلباء کرام بھی ان کی ملاقات سے مستفید ہونگے۔

بزرگوں کے ساتھ مصافحہ کرنا باعث خیر و برکت ہے۔ لیکن اس میں احتیاط کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ خیر شر کی صورت اختیار کرلے۔ شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ایک مرتبہ دوران بیان فرمایا کہ: ہمارا عقیدہ بن چکا ہے کہ جب تک مصافحہ نہ کیا ہو تو گویا دین و ایمان ہی نہ رہا، اور جب مصافحہ ہوا تو گویا جنت مل گئی، کسی کو رنج پہنچے تو کیا ہوا؟ اپنی نگاہ میں ثواب کا کام کررہا ہے، اپنی نظیر میں محبت کا اظہار کررہا ہے لیکن وہ محبت ریچھ جیسی حیثیت محبت ہے۔ لہذا اگر اساتذہ کرام مصروف ہوں۔ ذکر و اذکار میں مہمانوں کے ساتھ تو ملاقات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ صبح کی نماز کے بعد وظیفہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ وظیفہ کررہے تھے ایک شخص آیا اور ایک چکر لگا کر آپکے پیچھے بیٹھ گئے۔ یہ دکھلانے کیلئے کہ مصافحہ کرنا ہے۔ حالانکہ جو وظیفہ کررہا ہو تو اس کے ساتھ نہ کلام جائز ہے اور نہ مصافحہ۔ لیکن وہ شخص نے پکا عزم کیا تھا مصافحہ کرنے کا۔ جب بہت وقت گزر گیا تو اس نے بلند آواز میں کہا۔ مصافحہ حضرت نے بھی اتنی بلند آواز میں فرمایا: وظیفہ۔ لیکن وہ شخص ابھی تک بیٹھا رہا۔ حضرت وظیفہ میں مصروف رہے کچھ وقت بعد حضرت کھڑے ہوگئے۔ اور اس صاحب کے پیچھے بیٹھ گئے۔ اب یہ صاحب نہ ادھر ہل سکتا ہے نہ ادھر، نہ چل سکتا ہے۔ جب حضرت وظیفہ سے فارغ ہوئے تو اس صاحب سے فرمایا آپ کے پیچھے بیٹھنے سے آپ کو تکلیف ہوئی، ؟ تو اس نے کہا جی تکلیف ہوئی۔ تو فرمایا کہ جس طرح آپ کو تکلیف ہوئی تو اس شخص کو بھی تکلیف ہوتی ہے جو کسی کام میں مشغول ہو اور کوئی اس کے پیچھے بیٹھ جائے، یہ دکھاتے ہوئے کہ میں انتظار کررہا ہوں، چنانچہ اس عمل سے وہ شخص باز آیا۔

لہذا ہمیں چاہئے کہ اساتذہ کرام کے قیمتی اوقات کا خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

فواد علی خلیل

شریک دورہ حدیث

امید

جب تنہائی میں بیٹھ کر اپنے قلم کو جنبش دینے کی کوشش کی، اور موضوعات کا ایک سمندر ذہن میں گھومنے لگا، کبھی معاشرتی برائیوں کو اجاگر کرنے کا ارادہ کیا۔ تو کبھی اپنے ارباب اقتدار کو احساس دلانے کی آرزو کی۔ لیکن جب امت مرحومہ کے موجودہ احوال ومقام پر نظر دوڑائی، تو ساتھ ہی ساتھ امت کا نقشہ اپنے دل ودماغ میں متصور کیا۔ تو نہ جانے کیوں عجیب فرق آیا۔ کہ وہ بھی امت تھی۔ کہ اقوام غیر امن کی خاطر مسلمانوں کے دامن میں پناہ لیتی تھیں۔ جبکہ آج میں مشاہدہ کر رہا ہوں، کہ خود ہر شخص ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہا ہیں۔

کاش! اگر اب بھی ہم نے اپنی حالت زار پر نظر نہ دوڑائی تو ہماری بدقسمتی ہی تصور کرلی جائیگی۔ ہم کو آج اپنے گھر سے بے در کیا جارہا ہیں کبھی وطن سے نکالا جاتا ہے تو کبھی اپنے وطن ہی میں ہم کو غیروں کے حوالے کیا جاتا ہیں۔ لیکن اگر یوں کہا جائے کہ صرف مملکت پاکستان ہی اس کا نشانہ نہیں بلکہ پوری دنیا میں جہاں بھی امت مرحومہ کا وجود ہیں۔ وہاں ان پر مظالم، بربریت اور وحشت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کیا گیا ہیں۔ ہر طرف مسلمان شکار اور نشانہ پر ہیں اور شکاری اپنے چالوں کو بدل بدل کر اپنے حربیں استعمال کر رہا ہیں اور خون کی ندیاں بہائی جارہی ہے لیکن انکی حالات پر کیا رویا جائے۔ ہم تو خود ظالم اور ظالموں کے ہاتھوں یرغمال ہو چکے ہیں ہماری حالت خود قابل رحم ہے۔ ہم خود بھٹکے مسافروں کی مانند ہو چکے ہیں۔ ہمیں تو اپنوں نے ہی سر عام بازار رسوا کیا ان حالات کی منظر کشی شاعر نے بہت نرالے انداز میں بیان فرمائی ہیں۔

ہمیں تو اپنوں نے لوٹا غیروں میں کیا دم تھا
میری کشتی جہاں ڈوبی وہاں پانی ہی بہت کم تھا

لیکن ان حالات وواقعات کے باوجود امت مسلمہ کو مایوسی کے دلدل میں نہیں ڈوبنا چاہیے، بلکہ ماضی کے تلخیوں سے سبق سیکھتے ہوئے اپنے بلند مقصد کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہیے اور خود میدان شہسوار بن کر دنیائے عالم کو دکھانا چاہیے۔ کہ جو امت ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل پر اسلام کا بول بالا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ جو امت ۶۰۰ سال تک خلافت عثمانیہ کی صورت میں زمام اقتدار کو احسن طریقہ سے نبھا سکتی ہیں، اس امت کے فرزند آج بھی روئے زمین پر موجود ہے امت کے تعلیمات حسنہ آج بھی موجود ہے۔ اگر چہ قلت میں کیوں ہی نہ ہو۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ امت مسلمہ اپنے مسیحا کے ہاتھ پر بیعت کر کے منازل کی طرف رواں دواں ہوگی۔ اور مسلمانوں کو پھر سے امن وخوشحالی کا سہرہ دیکھنا نصیب ہوگا۔ اور غمزدہ امت کو پھر سے نوید سحر کی صورت میں دیکھنا حاصل ہو۔ امت کے اس حالت کی طرف اقبال نے اشارہ کیا ہیں۔

نہیں ہیں نا امید اقبال اپنی کشت ویراں پر
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اس منزل کو پانے کیلئے ہمیں بھی کچھ اپنی زمہ داری کا احساس کرنا پڑے گا، اسلامی تعلیمات کو اپنی اور اپنے ماتحتوں کی زندگی میں رائج کرنا پڑیگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اپنے آپ کو عبدیت کے سانچیں میں ڈالنا ہوگا، اپنے رب کریم کے حضور گڑگڑا کر دعاوں کا خوب اہتمام کرنا ہوگا، اور شاعر مشرق کہ اس شعر کو پڑھتے ہوئے آگے چلنا پڑے گا۔

ارادے جن کے پختہ ہو نظر جنکی خدا پر ہوں
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

کاروان جامعہ حقانیہ

شاہدالدین
درجہ تکمیل

آسائش پسند طالب علم کبھی بھی علم حاصل نہیں کرسکتا

دورِ طالب علمی کاوش اور محنت کا دور ہوتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انسان کی زندگی کا سنہرا وقت ہوتا ہے جو طالب علم اس حقیقت کو بہ وقت جان لیتا ہے وہ آئندہ زندگی میں نہ صرف کامیابی حاصل کرتا ہے بلکہ اپنے والدین اور عزیز واقارب کیلئے بھی عزت وافتخار کا باعث بنتا ہے، بالعموم طالب علم کو وہ مواقع مہیا کئے جاتے ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے وقت اور صلاحیتوں کا بہترین استعمال کرسکے۔لہذا اسے چاہئے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اپنے روابط اور تجربات کے ذریعے چیزوں کو سمجھنے اور جاننے میں صرف کرے۔جتنی جلدی طالب علم کو وقت کی اہمیت کا احساس ہوگا اور جتنا بروقت وہ اپنے محنت کا بہترین کا استعمال کرنا شروع کردے گا اتنا ہی عملی زندگی میں طالب علم کا مستقبل روشن اور کامیاب ہوگا۔

دورقدیم ہی سے طالب علمانہ زندگی کے کچھ نقائص بیان کئے جاتے ہیں بالعموم چندایک چیزوں میں غرور طلبِ علم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا جاسکتا ہے۔سستی اور کاہلی ،غروراور تکبر، بے سکونی اور بے قراری، بری صحبت، عدم تجسس اور عدم دلچسپی ،ضروریات سے زیادہ اثر قبول کرنا، ریاکاری اور نمود ونمائش ......العرض ایک آسائش پسند انسان کبھی علم حاصل نہیں کرسکتا ۔اسی طرح ایک حقیقی طالب علم فراغت اور آرام کا متحمل نہیں ہوسکتا جیسے کہ امام محمدؒ کا قول ہے ''لا یحصل العلم براحة الابدان ''،یعنی کہ علم بدن کو راحت دینے سے حاصل نہیں ہوتا۔طالب علم کی مثال سپاہی کی طرح ہے جو مستقبل کی جنگ کیلئے خود کو تیار کرتا ہے اس مقصد کے لئے سخت ترین مشقیں کرکے تکلیفوں کو برداشت کرکی تربیت حاصل کرنا پڑتی ہے۔اسی طرح ایک خاص عرصے کے دوران جو مشق اور تربیت حاصل کرتا ہے وہ بعدازاں عملی زندگی میں درپیش آنے والے مصائب ومشکلات میں بھی اس کے کام آتی ہے۔

اگر ایک طالب علم خود کو ہمہ وقت حصول علم کے مقدس فریضے کی تکمیل میں مصروف رہتا ہے اور وہ اپنی ترجیحات کا درست تعین کرلیتا ہے تو یقیناً وہ ہر مرحلے پر درست فیصلہ کرسکے گا اسے علم ہونا چاہئے کہ کون سی چیز اور کون سا کام اس کیلئے غیر اہم ہے ،یوں وہ اپنے روزمرہ امور کیلئے بھی ایک منضبط نظام العمل تشکیل دے گا اور ان تمام خرابیوں سے محفوظ رہے گا جو غیر ذمہ دار اور لاپرواہ طالب علموں میں درپیش آتی ہیں۔دوسرا یہ کہ اگر ایک طالب علم میں جاننے کی خواہش زندہ ہے تو اس میں کبھی غرور اور تکبر پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر کسی طالب علم میں یہ خراب خصلت پیدا ہوجائے تو اسے بے تحاشا نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ایسا طالب علم دوسروں سے کچھ سیکھنے کو کسرِ شان سمجھے گا،ایک متکبر طالب علم، علم کی قدر نہیں کرتا کیونکہ اپنے متکبرانہ رویئے کے سبب وہ اس تھوڑے علم سے بھی کوئی فائدہ نہیں اُٹھاپاتا ہے جو اسکے پاس واقعی نامکمل علم بعض اوقات لاعلمی سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

محمد اشفاق
شریک دورہ حدیث

جامعہ کا انتخاب

رات کے وقت نماز عشاء پڑھنے کے بعد معمول کے مطابق (دارالعلوم اسلامیہ عربیہ دلبوڑی) میں درجہ موقوف علیہ کے کلاس میں تکرار کیلئے بیٹھے تھے، کہ اچانک دروازے کو دستک دیتے ہوئے ہمارا ایک دوست ظہور احمد صدیقی داخل ہوگئے، کچھ دیر اسباق پڑھنے کے بعد راقم الحروف سمیت پورے کلاس کے ساتھیوں نے مہمان سے خیر وعافیت دریافت کی مدرسہ اساتذہ اور اسباق کے متعلق پوچھ گچھ ہوئی، آپ بھی جانتے ہونگے موقوف علیہ کے سال طلباء، دورہ حدیث کے بارے میں گفت وشنید ہوتے ہیں، وہ اپنے مدرسہ وشیوخ کے بارے میں تاثرات وداستان بیان کرتے رہے بلا آخر مجلس اختتام پزیر ہوگئی۔ پھر کئی دن کے بعد ہم مکتب ساتھی سمیع اللہ فانی، شمس الاسلام، ابو نعمان صدیقی مشوہ کیلئے جمع ہوگئے کہ دورہ حدیث کیلئے انتخاب کہاں کا کیا جائے طویل مشاورت کے بعد یہ بات طے ہوگئی کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جائینگے۔ پھر عیدالفطر کے بعد مسلسل رابطے میں تھے داخلہ کی تاریخ معلوم کرنے کے بعد ۱۸، اگست بروز جمعہ جانے کیلئے پروگرام طے ہوگیا۔ دریں اثناں، گھریلو کام کاج کیساتھ ساتھ چچازاد بھائی کا بھی بے حد اسرار تھا وگی کھڑی جانے کا۔ آخر کار جمعرات کے دن کھڑی آگئے اپنا کام وغیرہ نمٹا کر واپس جانے کے چکر میں تھے کہ شریک درس ساتھی حفظ، فیاض اور تاج نبی سے ملاقات ہوگئی اتفاقا ارادہ ایک ہی نکلا، بل آخر جمعہ کے دن ضلع تورغر وتھاکوٹ سے روانہ ہوگئے سمیع اللہ فانی وہاں سے رفیق سفر بنے۔ راستہ میں ایک جان لیوا واقعہ بھی پیش آیا لیکن خداوندی کریم نے رحم فرمایا۔ مانسہرہ پہنچ کر حسب وعدہ تین رکنی وفد روانہ ہوگیا دارالعلوم حقانیہ کی طرف، فضل خداوندی کے ساتھ جامعہ میں داخلہ ہوگیا اب ہم جامعہ میں دل لگی کرنے کیساتھ ساتھ دیدار شیوخ کے مشتاق تھے دوسری جانب افتتاح کا بھی باضابچہ چور پر اعلان ہوا۔

بدھ کے دن تقریب سج گئی شیوخ کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا شیوخ کے دیدار کا شوق نہیں بلکہ نہ بجھنے والی پیاس تھی، اسٹیج پر تشریف فرما شیوخ واساتذہ کرام سے پورا ہال منور تھا ایک جانب مہمان خاص وخادم خاص مولانا مدنی وفاضل دارالعلوم دیوبند مولانا مجاھد خان، استاد العرب والعجم مولانا سید ڈاکٹر شیر علی شاہ، جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شیخ سمیع الحق، تو دوسری جانب طلباء کے دلوں کے دھڑکن مولانا شیخ انوار الحق، مولانا شیخ عبدالحلیم دیر بابا جی، حفظ شوکت علی حقانی سمیت علوم نبوی کی دیگر شمعیں چمک رہی تھیں۔ مشتاق طلباء کرام محبت بھی نگاہوں سے شیوخ کے دیدار سے مستفید ہوتے رہے، یہ مبارک تقریب مولانا مجاھد خان اور مہتمم ونائب مہتمم کے خطابات وھدایات کے بعد پیکر اخلاص استاد محترم ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی سسکی خیز دعا سے اختتام پزیر ہوگئی، آخر میں خداوند کریم کی دربار میں گزارش کرتے ہیں کہ ان شیوخ کا دست شفقت ہم پر ہمیشہ رکھیں اور انکو درازعمری کے ساتھ ساتھ صحت بھی عطاء فرمائیں اوراس گلستان کے بانی شیخ المشائخ مولانا عبدالحقؒ، مفتی اعظم محمد فریدؒ، مولانا شیخ نصیب خان شھید، مولانا ابراھیم فانیؒ کو درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔